تذکرہ جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا واحد بخش قدس سرہٗ

حضرت مولانا واحد بخش قدس سرہٗ، فاضل دیوبند اور جنوبی پنجاب کے معروف عالم دین تھے۔ طرز تدریس میں مجتہدانہ صلاحیت رکھتے تھے۔ جامعہ مخزن العلوم خان پور کے صدر مدرس تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول صاحب مدیر جامعہ فاروقیہ ڈی جی خان جوان کے حلقہ تلامذہ کے ایک اہم فرد ہیں۔ اپنے مرحوم استاذ کے متعلق ایک تأثراتی مضمون قلمبند کیا ہے، جو پیش خدمت ہے۔

لَوْ كَانَ لِلْاِنسان يدوم بقائه لَما مَات خير المرسلين محمدا

دنیا دار الفنا ہے۔ یہاں کی حیاتِ نو در حقیقت پیامِ موت ہے، اس کی چہل پہل اور چمک دمک سے دھوکہ کھانے والا شخص عیش آخرت سے محروم رہ جائے گا۔ خوش قسمت ہیں وہ مبارک نفوس جو اپنی حیات مستعار کو قال اللہ وقال الرسول کی دل آویز صداؤں میں گزار کر اللہ کے حضور حاضر ہو جاتے ہیں۔ اس قدسی جماعت کے ایک فرد ہمارے شفیق استاذ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا واحد بخش قدس سرہٗ ہیں۔ آپ کا آبائی وطن ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور، قصبہ قصائی والا تھا۔ آپ نے ایک متوسط زمیندار آرائیں خاندان کے گھر میں آنکھیں کھولیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی۔ فنون میں دسترس پیدا کرنے کے لیے اس وقت کے امام الفنون حضرت مولانا غلام رسول معروف بہ ''بابا اِنہی والے'' ضلع گجرات کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں آپ نے منطق و فلسفہ کی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں دار العلوم دیوبند کا سفر فرمایا۔ وہاں تین سال رہ کر علوم وفنون کی تکمیل کی اور خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور کم وبیش ۱۹۴۰ء میں ۲۱ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے مسند تدریس پر براجمان ہو گئے۔ تقسیم ہند سے قبل سات سال ملتان کے مضافاتی قصبہ ''بوسن'' میں تدریس فرمائی۔ تدریس کے ابتدائی برسوں سے آپ کی تدریسی شہرت اس قدر ہوئی کہ مختلف

اضلاع سے طلباء کرام آپ کی طرف لپکنے لگے، مدرسہ میں کھانے کا انتظام محدود تھا، جو بالآخر ٹھپ ہو کے رہ گیا۔ چناں چہ ایک مقامی مخیر زمیندار نے اس کا متبادل انتظام چنوں سے کر دیا، وہ بھنے ہوئے چنے کی بوری رکھوا دیتا، طلبہ صبح وشام انہیں کو پھانک کر پیٹ کی آگ بجھاتے مگر استاذ محترم قدس سرہٗ کا درس چھوڑنا گوارا نہ کرتے تھے۔

قصبہ بوسن میں ایک بار کسی طالب علم کی دعوت پر پیادہ چلے جا رہے تھے کہ سامنے سے شیخ الجامعہ بہاولپور مولانا غلام محمدؒ جو گھوٹہ میں پڑھاتے تھے، سواری پر تشریف لا رہے تھے۔ ان کے مصاحب نے بتایا سامنے سے آنے والے وہی نوجوان ہیں جن کی تدریس کا غلغلہ ہے۔ مولانا غلام محمدؒ فوراً سواری سے اترے اور حضرت استاذیم سے گرمجوشی سے معانقہ کیا، پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا: ''میں آپ کی تدریسی مقبولیت سے بہت متاثر ہوا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابی عطا فرمائے۔'' اس واقعے سے جس طرح حضرت مولانا غلام محمدؒ کی وسعت ظرفی اور اصاغر نوازی کا درس ملتا ہے اسی طرح حضرت استاذیم کی ابتدائی تدریسی صلاحیتوں کا اعتراف بھی۔

تقسیم ہند کے بعد آپ درگاہ فریدیہ کوٹ مٹھن شریف کے علم دوست اور علم پرور سجادہ نشین حضرت خواجہ فیض احمدؒ کی دعوت پر مدرسہ فریدیہ کوٹ مٹھن تشریف لے گئے، تیس سال تک یہ مدرسہ علم وعرفان کا مرکز بنا رہا، یہ آپ کے تدریسی عروج کا زمانہ تھا۔ کوٹ مٹھن شہر سے آپ کی مانوسیت اس قدر بڑھی کہ آبائی علاقے کا سرسبز وشاداب قطعہ زمین بیچ کر کوٹ مٹھن کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا۔ ایوبی دور میں محکمہ اوقاف نے درگاہ فریدیہ اور مدرسہ فریدیہ کو اپنے قبضے میں لے لیا جس کی وجہ سے نظام مدرسہ درہم برہم ہو گیا، اسی اثنا میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ بانی جامعہ قاسم العلوم ملتان کی دعوت پر آپ ملتان تشریف لے آئے۔ آپ کی آمد کے ساتھ مدرسہ طلبہ سے بھر گیا، اور طلبہ کے لیے درسگاہیں تنگ پڑنے لگیں۔ جامعہ قاسم العلوم میں آپ نے حدیث، فقہ، منطق وفلسفہ کی نصابی اور غیر نصابی کتابوں کی دو سال تدریس فرمائی، چوں کہ آپ کے اہل وعیال کوٹ مٹھن میں مقیم تھے، محدود سفری ذرائع کے باعث ملتان سے کوٹ مٹھن کی آمدورفت آپ پر بار تھی۔ مشیت ایزدی نے اس پریشانی کا حل مخزن العلوم خان پور کی صورت میں ظاہر فرمایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کی جمعیت علماء اسلام کے سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے ملاقات کے لیے قاسم العلوم ملتان میں آمدورفت رہتی تھی۔ حضرت درخواستیؒ کا اصرار ہوا کہ آپ مخزن العلوم خان پور تشریف لے آئیں، بالآخر جامعہ قاسم العلوم کی انتظامیہ کو راضی کر کے وہ آپ کو اپنے ساتھ خان پور لے آئے اور صدر مدرس کا عہدہ عطا فرمایا۔ خان پور کوٹ مٹھن شریف کے قریب تھا یہاں آ کر آپ مطمئن ہو گئے اور تادم آخر اس مادر علمی سے منسلک رہے۔ ہر سال آپ کی خدمت میں منتہی طلبا اور مدرسین حضرات تکمیل کی غرض سے حاضر ہوتے اور آپ انہیں اپنے فیض سے سرفراز فرماتے۔ مقررہ اسباق کے علاوہ خارج

اوقات میں خارجی کتابیں پڑھاتے رہے۔

اَوصاف حمیدہ:

۱)۔آپ کو تفسیر وحدیث، فقہ وفلسفہ کی تدریس میں مجتہدانہ صلاحیت حاصل تھی۔تصنع سے پاک سادہ الفاظ اور مشفقانہ لہجے میں اپنی بات طلبہ کے دل ودماغ میں اتار دیتے، ان کے اس سہل ممتنع اندازِ تدریس سے طلبہ میں ''آسان مقام'' اور ''مشکل مقام'' کی اصطلاح محو ہو جاتی۔

۲)۔انتہائی منکسر المزاج تھے،اس زمانے میں معروف تھا کہ عقلیات کے اساتذہ میں بڑا پن نمایاں ہوتا ہے مگر حضرت استاذیم اعلیٰ پائے کے مدرس ہونے کے باوجود اپنے شاگردوں سے حاکمانہ لہجے میں بات کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے،مزاج وعادات میں صفتِ حیا کا غلبہ تھا۔یہ سب دیوبند کے نورانی ماحول اور صاحب نسبت اساتذہ کی صحبت کا اثر تھا جسے واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا تھا۔

۳)۔ایوبی دور میں جب مدرسہ فریدیہ کو اوقاف کے قبضے میں لایا گیا اس وقت کسی حاسد نے حضرت استاذیم کے ذاتی مکان (جو مظفر گڑھ سے قطعہ زمین بیچ کر بنایا گیا تھا) مدرسہ فریدیہ کی ملکیت مشتہر کرا کے اوقاف کے قبضے میں کرادیا۔اس افتاد کو آپ نے صبر اور خاموشی کے ساتھ برداشت کیا اور اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے پیچھے ہٹ گئے۔

۴)۔آپ کا مزاج عجب اور شہرت پسندی سے کوسوں دور تھا۔کبھی کسی معاصر عالم اور مدرس کی غیبت آپ کی زبان سے نہیں سنی گئی،کبھی ایسا نہیں فرماتے تھے کہ فلاں فلاں میرا شاگرد ہے۔یا میں ایسے ایسے پڑھاتا ہوں،یا میں اتنے سال سے تدریس کر رہا ہوں یا فلاں کتاب پڑھا رہا ہوں۔عجیب مٹے ہوئے انسان تھے۔بصد اصرار پوچھنے پر کوئی بات بتا دیتے،ورنہ اپنی ذات کے متعلق گویا زبان ہی نہیں رکھتے تھے۔آہ ایک وہ تھے اور ایک ہم نابکار ہیں کسی کو الٹے سیدھے دو لفظ پڑھا کر اس کے شاگرد ہونے کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ شاگرد بھی اس مقدس رشتے کو بار سمجھنے لگتا ہے۔

۵)۔ایک بار عرض کیا گیا اس قدر بڑھاپے میں اتنے اسباق کیوں پڑھاتے ہیں؟ یہ عمر آرام کی محتاج ہے اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔فرمایا: یہ جسم مٹی ہو جائے گا اس لیے جتنا ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچایا جائے شاید اس عمر کا کوئی لمحہ ذریعہ نجات بن جائے۔یہ آپ کے خلوص اور برکت کا نتیجہ تھا کہ آپ کا فیضِ عام نہرِ رواں کی طرح تادم حیات جاری وساری رہا۔اندرون وبیرون کے نامور اہل علم آپ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔جن میں اکثر اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں اور بعض بقید حیات ہیں۔چند معروف تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان۔ حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والہ، حضرت مولانا علامہ ظہور الحق رحمہ اللہ دارالعلوم کبیر والا، حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی رحمہ اللہ منزل گاہ سکھر، شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدینؒ، مدیر مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان، حضرت مولانا عبدالغنی جاجروی رحمہ اللہ بدر العلوم رحیم یار خان، حضرت مولانا قاری اللہ بخش صدر مدرس مدرسہ طاہر والی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی رحمہ اللہ، استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرؤف درخواستی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا محمد امیر صاحب تونسوی، شیخ الحدیث جامعہ مخزن العلوم خان پور، یہ چند معروف ستارے ہیں جنہوں نے آفتاب علم سے مالا مال ہو کر کئی کہکشاؤں کو وجود بخشا ہے۔

وفات حسرت آیات:

آپ مدرسہ میں اسباق پڑھا کر اپنے گھر کوٹ مٹھن تشریف لے گئے، وہیں فالج کا حملہ ہوا، چھ دن تک صاحب فراش رہے بالآخر ۷ اربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۸۴ء کو یہ سعید روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، اس طرح علم وعمل کا یہ آفتاب چوالیس سال تک تفسیر وحدیث، فقہ وفنون کی کرنوں سے ہزاروں لوگوں کو منور کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کوٹ مٹھن کے عام قبرستان میں نیم کے درخت تلے ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ ہمیں اخلاق واعمال میں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین یا رب العلمین۔

اپنے علم کی لاج رکھنا

”حضرت لقمان اپنے بیٹے کو وصیت فرماتے ہیں وَأمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانه عَنِ الْمُنكر (سورہ لقمان)......

تو محترم بھائیو! حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے پاس کچھ طالب علم آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمایئے...... حضرت شیخ الہند نے دو الفاظ بتائے، انہوں نے فرمایا: ”دیکھو یہ جو پگڑی آپ لوگوں نے ہمارے سر پر رکھی ہے اسے نہ اُتاریں، دیوبند تو ایک گاؤں ہے اسے کون پہچانتا ہے؟ لیکن فضلائے دیوبند تمام ملک میں پھیل گئے، انہوں نے علم کا نمونہ پیش کیا، لوگوں نے کہا یہ تو شاگرد ہیں اساتذہ کا بڑا رتبہ ہوگا۔ آپ چلے گئے اور خدانخواستہ شرع کے خلاف کاموں میں مشغول ہو گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ تو شاگردوں کے کرشمے ہیں ان کا استاد کیا ہوگا؟...... تو یہ جو پگڑی آپ لوگوں نے ہمارے سر پر رکھی ہے یہ نہ اُتاریں۔“ (ملفوظ: حضرت مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ)